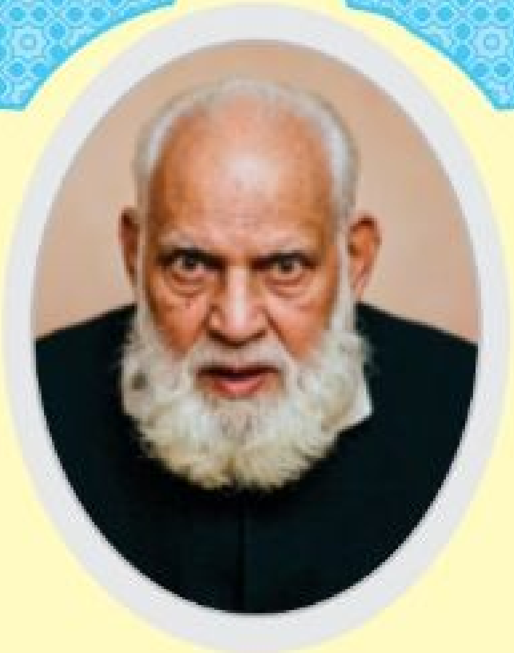

پروفیسر انور رومان

(۱۹۲۴ء۔ ۲۰۱۳ء)

پروفیسر انور رومان بلوچستان کے ایک مایہ ناز ماہرِ تعلیم، معروف محقق، افسانہ نگار، مؤرخ، شاعر، اور مترجم تھے۔ انھیں اردو میں نثری نظم کے ابتدائی علمبرداروں میں شامل کیا جاتا اور بلوچستان میں اس صنف کا پہلا شاعر مانا جاتا ہے۔ انھوں نے نثری نظم کے ساتھ ساتھ دیگر اصناف، خاص طور پر پشتو اور پنجابی زبانوں کی شاعری میں بھی طبع آزمائی کی۔ انور رومان نے بلوچستان میں اردو ادب، بالخصوص جدید نظم کو ایک نئی جہت سے روشناس کروایا۔ ان کی شاعری میں رومانیت، تاریخی شعور اور سماجی مسائل کی جھلک ملتی ہے۔ انھوں نے بلوچستان کی ثقافت و سماجی مسائل کو اپنے فن میں نمایاں کیا۔ پروفیسر انور رومان کی زندگی علم، تحقیق اور تخلیقی ادب کی خدمت کا ایک روشن باب ہے۔ وہ بلوچستان کے ادبی ورثے کے معماروں میں شمار ہوتے ہیں۔

پروفیسر انور رومان ہندوستان کے شہر جالندھر کے قریب واقع ایک چھوٹے سے قصبے ''کنیاں کلاں'' میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے مشرقی پنجاب سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے انھوں نے لاہور کی پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور وہاں سے تاریخ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد، انور رومان کوئٹہ (بلوچستان) آگئے اور ایک ہائی سکول میں بطور استاد مقرر ہوئے۔ ان کی قابلیت کے باعث انھیں ترقی ملتی رہی۔ وہ محکمہ تعلیم بلوچستان میں بہ طور پرنسپل، ڈپٹی ڈائریکٹر اور ڈائریکٹر کالجز بھی تعینات رہے۔ انھوں نے بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئرمین کی حیثیت سے بھی خدمات سرانجام دیں۔

پروفیسر انور رومان نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز مشہور شاعر جوش ملیح آبادی کے رسالے میں مضامین لکھ کر کیا۔ انھوں نے ۲۰۱۳ء میں تقریباً ۸۹ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ انھوں نے مختلف موضوعات پر تقریباً چالیس کتابیں تصنیف کیں۔ ان کی تصانیف میں براہوی زبان اور ثقافت پر گراں قدر تحقیقی کام شامل ہے۔

www.ilmkidunya.com

سبق: ۱۰

بہادر خان کی سرگزشت

تدریسی مقاصد:

- ☆ براہوی لوک ادب اور اس کی روایت سے آگاہی حاصل کرنا
- ☆ کہانی کے مرکزی کردار بہادر خاں کی شخصیت اور اس کی نمایاں ضرویات سے روشناس ہونا
- ☆ لوک کہانیوں کی اہمیت اور ان کے معاشرتی وثقافتی پس منظر سے واقف ہونا
- ☆ قومی اور علاقائی ثقافت سے لگاؤ اور وابستگی پیدا کرنا
- ☆ طلبہ میں زبان دانی اور اظہارِ خیال کی صلاحیت پیدا کرنا

www.ilmkidunya.com

بہادر خان ایک کھاتا پیتا کسان تھا۔ بارش نہ ہونے کی صورت میں بھی وہ کاریز کے پانی کی مدد سے اپنے کھیتوں میں اتنی سیرابی کر لیتا تھا کہ نہ صرف اپنے لیے سال بھر کے غلے کا خرچ پورا کر لیتا بلکہ اپنے ہمسایوں اور غریب غربا کی مدد بھی کر دیتا۔ جب کاریزوں میں پانی تھوڑا ہوتا تو بھی اس کو کسی دوسرے زمیندار کی مزارعت نہ کرنا پڑتی تھی۔ اس کی اس معاشی آزادی کی وجہ سے اس میں کافی خودداری تھی اور اس کی بانٹ چونٹ کر کھانے کی عادت نے اردگرد میں اسے کافی نیک نامی دے رکھی تھی۔ لہٰذا اس کی شادی نہایت آسانی اور دھوم دھام سے ہوئی۔ شادی سے پہلے وہ اپنے کھیتوں اور فصلوں کی پرورش میں بے حد محنت کرتا تھا۔ گندم کے خوشوں کے لیے وہ ایک باپ سے کم نہ تھا۔ وہ ایک ایک خوشے کو گنتا تھا، اس کے لیے دعا مانگتا تھا اور اسے جانتا تھا۔ جب سبز خوشے اناج سے بھر کر سنہری ہو جاتے تھے اور اپنے سر ایک طرف کو جھکا لیتے تھے تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہتی تھی۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ ان خوشوں کو اپنے وجود کا احساس ہے، یہ اپنے مالک کو جانتے اور پہچانتے ہیں، ان میں زندگی کی مسرتیں اور قہقہے ملفوف ہیں اور جوان سے پیار کرتا ہے، یہ اس کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں اور ایک ایک کی جگہ دو دو پھوٹتے ہیں۔

شادی کے بعد اس کے معمول میں تھوڑا سا فرق آنا لازمی تھا۔ شادی سے پہلے اسے پسند نہ تھا کہ کوئی اور اس کے کھیتوں کے ان خوشوں کو چھو بھی لے۔ ان سے اس کی محبت بڑی خود غرض، والہانہ اور حاسدانہ تھی لیکن جب شادی ہوگئی تو وہ سوچنے لگا کہ بونے کاٹنے کے لیے ایک نوکر رکھ لے۔ یہ نوکر بھی اسے اس کی منشا کے مطابق مل گیا۔ وہ ہر وقت کھیتوں سے فالتو گھاس اور کائی وغیرہ صاف کرتا، وقت پر پانی دیتا، بیلوں کو چارا ڈالتا اور فصلوں کی خاطر تواضع میں لگا رہتا تھا۔ بس تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد وہ حُقّے کے دو چار کش لگاتا تھا۔ یہی اس کی عیاشی تھی اور پھر جن کی طرح کام کرتا تھا۔ خدا کے فضل سے ان دنوں بارش خوب ہوئی اور بہادر خان کے بنجر کھیت بھی پانی سے بھر گئے۔ نوکر نے ان کھیتوں میں بھی گندم بودی جو چند ماہ بعد پک کر تیار ہوگئی۔ بہادر خان نے جب پوری گندم کو کٹوایا اور خاردار جھاڑیوں کے پاس جوہان (کھلیان) لگوا دیا تو

گاؤں کے سب لوگ راہ گیر اور اردگرد کے دیہات کے باشندے اسے دیکھنے آتے اور اسے کہتے ”بہادر خان! تُو بہت اونچے ستارے والا ہے، تجھے بیوی بھی سلیقے والی ملی ہے اور تیرا نوکر بھی اچھے شگون والا ہے۔“ وہ خود اس وسیع انبار کو آنکھ بھر کر دیکھتا تو سر سے پیر تک ایک خاموش قہقہہ بن جاتا۔ لیکن کچھ خوف، کچھ نامعلوم ڈر، کچھ بے نام سے شکوک اس کے دل و دماغ میں رینگتے۔ وہ سوچتا جب غریب آدمی باسی ٹکڑوں کو ترستا ہے تو وہ کسی کے لیے خطرہ نہیں ہوتا۔ لیکن جونہی اسے دو وقت کی روٹی میسر آنے لگتی ہے وہ خطرہ بن جاتا ہے اور جب اس کا گھر بھر جائے تو پھر زمین اور آسمان کی ساری طاقتیں اس کے درپے ہو جاتی ہیں اور وہ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہتا: ”خدایا! یہ سب تیری دین ہے۔“

چناں چہ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ وہ خود بھی نوکر کے ہمراہ جوہان کے پاس ٹھہرا کرے گا۔ مبادا نوکر کی نیّت خراب ہو جائے یا قزاق ہی اسے لُوٹ لیں۔ بیوی نے اس سے اتفاق کیا۔ بہادر خان اور نوکر وہیں رہنے لگے۔ بیوی ہر صبح اور شام ان کا کھانا وہاں دے آتی۔ اسی طرح کئی روز گزر گئے حتیٰ کہ ایک شام جب اس کی بیوی آندھی چلنے کی وجہ سے کھانا وقت سے پہلے دے کر جا چکی تھی، اس کا ایک دور کا سیال (رشتے دار) وہیں کھیت میں اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اس کے چچا زاد بھائی لشکران کی شادی تھی جس پر وہ بلاوا لے کر آیا ہے۔ بہادر خان نے سوچا کہ ایسے مواقع بار بار تھوڑا ہی آتے ہیں۔ چناں چہ اس نے بلاوے پر جانا منظور کر لیا۔ اس کی جیب میں سو روپیا تھا جو شادی کے لیے کافی تھا۔ اس نے نوکر کو سمجھا دیا کہ وہ انبار کی حفاظت کرتا رہے اور اس کے جانے کی بابت کسی سے ذکر نہ کرے مبادا چور اُچکے اسے تنہا سمجھ کر اس پر پِل پڑیں اور گھر سے جو روٹی آئے وہ کھا لیا کرے۔ اس کے بعد بہادر خان اپنے سیال کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

نوکر ایک زبردست چلم کش تھا اور خصوصاً فرصت کے اوقات میں تو وہ اپنے حقّے سے ایک لمحہ بھی جدا نہ ہوتا تھا۔ اس نے اِدھر اُدھر سے خس و خاشاک جمع کر کے آگ سلگائی۔ اگرچہ وہ کافی فاصلے پر جھاڑیوں کے وسط میں بیٹھا تھا تاہم ایک غضب ناک بگولے نے اس آگ کے کچھ انگارے اٹھا کر جوہان میں پھینک دیے۔ جوہان کو آناً فاناً آگ لگ گئی تو نوکر گندم کو بچانے کے لیے دوڑا لیکن وہ خود بھی آگ کی بل کھاتی ہوئی لپٹوں کی نذر ہو گیا۔ اگلی صبح بہادر خان کی بیوی روٹی لے کر جو آئی تو اس نے دیکھا کہ بہادر خان جوہان سمیت جل گیا تھا۔ وہ روتی پیٹتی واپس آ گئی اور اپنے سیالوں کو بتایا۔ وہ جلے ہوئے نوکر کو بہادر خان سمجھ کر کھاٹ پر ڈال کر لے گئے اور ایک قبرستان میں دفن کر آئے۔

کچھ دن بعد بہادر خان اپنی سیال داریوں سے خلاصی پا کر اپنے گھر کو واپس ہوا اور نیم شب کے قریب گھر پہنچا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کی بیوی ماتم کر رہی ہے اور رو رہی ہے۔ بیوی نے اسے دیکھ لیا اور سمجھی کہ اس کا شوہر مردہ سے زندہ ہو کر واپس آیا ہے تاکہ اسے بھی اپنے ساتھ لے جائے۔ پس اس نے ایک چیخ ماری اور سارے تومان (قبیلے) کو بتانے کے لیے باہر بھاگی۔ ہر شخص کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ بہت سے پہاڑوں میں چُھپ گئے۔ کچھ نے اپنے کندھوں پر اپنی اپنی بندوقیں رکھ لیں۔ کچھ نے بغلوں میں تلواریں لٹکا لیں اور سینوں پر ڈھال جما لیے اور بہت سوں نے ڈنڈے سنبھال لیے اور ”جوانو! پکڑلو، جانے نہ پائے“ کہ کر بے چارے بہادر خان کا تعاقب کرنے لگے۔ بہادر خان چار و ناچار بھوکا اور پیاسا ایک قبرستان میں شب بسری کے لیے چُھپ گیا اور تارے گن گن کر صبح کا انتظار کرنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آخر لوگوں نے اسے بھُوت پریت کیوں سمجھا۔ شاید اس لیے کہ وہ رات کے وقت اپنے گھر پہنچا تھا۔ بہر حال اسے یقین تھا کہ اس کے لوگ صبح کو اس کو پہچان لیں گے۔ اس امید پر اس نے رات مُردوں کے قریب گزار دی۔

صبح صبح وہ زور کی بھوک کے مارے اپنے گاؤں میں پھر داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ مسجد میں مُلّا اذان کہنے کے لیے اپنے ہاتھ کانوں تک

www.ilmkidunya.com

اٹھائے ہوئے تھا۔ بہادر خان نے کہا: ’’میں بھوکا ہوں۔‘‘ مُلّا بہادر خان کو دیکھ کر اتنا خوف زدہ ہو گیا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور زمین پر لوٹ کر مر گیا اور لوگ یہ دیکھ کر اپنے اپنے گھروں میں چھپ گئے۔ بہادر خان کو اس سبب سے پھر قبرستان میں لوٹنا پڑا۔ تھوڑے عرصے کے بعد لوگ مُلّا کو قبرستان لائے اور اسے دفن کر دیا۔ ان کے پاس آپس میں تقسیم کرنے کے لیے کھجوریں تھیں۔ مُلّا کے باپ نے پوچھا: انھیں کتنے آدمیوں میں تقسیم کرنا ہے؟ کسی نے جواب دیا: ’’سو آدمیوں میں۔‘‘ عین اس وقت بہادر خان نے بھوک سے بے تاب ہو کر ایک قبر کے عقب سے نعرہ لگایا: سو آدمیوں کو دے دو لیکن پہلے میرا حصّہ دو۔ بہادر خان کی آواز سن کر لوگوں نے کھجوریں اور کھاٹ وہیں چھوڑے، بلکہ بہت سوں کی جوتیاں بھی رہ گئیں اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ کچھ چیختے چلاتے پہاڑوں میں چھپ گئے اور کچھ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتے جاتے تھے اور پیچھے دیکھتے جاتے تھے۔ بہادر خان کے خوف کی وجہ سے وہ گھروں میں پہنچ گئے اور توبہ کی کہ وہ اپنے گھروں سے باہر نہیں نکلیں گے۔ بہادر خان نے سب لوگوں کو بھاگتے دیکھ کر مونچھوں کو تاؤ دیا اور کھجوریں کھانے لگا۔ اس نے دل میں کہا: ’’میرے خدا! میں نے کیا گناہ کیا ہے، میرے گاؤں کے لوگ مجھے مردہ سمجھتے ہیں اور مجھ سے روپوشی اختیار کرتے ہیں، میری بیوی میرے سائے سے بھی گریز کرتی ہے۔‘‘

آدھی رات کے قریب، جب کہ بہادر خان ایک قبر کے عقب میں بیٹھا قسمت کو کوستے کوستے اونگھ رہا تھا، ایک سیاہ پوش خوف ناک سا انسان قبرستان میں داخل ہوا اور سیدھا مُلّا کی قبر پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہاں کھڑے ہو کر اس نے کچھ پڑھا۔ قبر شق ہو گئی اور مُلّا کی لاش گھٹنوں تک باہر آ گئی۔ بہادر خان سمجھ گیا کہ یہ کوئی جادوگر ہے جو تازہ لاشوں پر اپنے جادو کے تجربے کرتا ہے۔ چناں چہ اس نے سوچا کہ وہ جادوگر کو پکڑ کر اس سے جادو سیکھ لے۔ اس خیال سے وہ مکڑے مکڑے (چپکے چپکے) جادوگر کے پیچھے آیا اور پھر یکبارگی لپک کر اس نے اسے قابو کر لیا۔ جادوگر چلّایا: ’’مجھے چھوڑ دو۔‘‘ بہادر خان نے کہا: ’’مجھے اپنا عجیب و غریب سحر سکھاؤ تو چھوڑوں گا۔‘‘ جادوگر نے کہا: ’’مجھے چھوڑ دو تو میں سکھا دوں گا۔‘‘

آخر بہادر خان نے لیت و لعل کے بعد اسے چھوڑ دیا۔ جادوگر نے فوراً کوئی منتر پھونکا کہ بہادر خان جدھر جائے مُلّا بھی اس کے پیچھے پیچھے ادھر ہی جائے۔ جادوگر تو اس کے بعد غائب ہو گیا لیکن مُلّا سائے کی طرح بہادر خان کے ساتھ چپک گیا۔ وہ جدھر جاتا مُلّا بھی اس کے پیچھے پیچھے جاتا۔ بہادر خان نے سوچا: ’’میں نے اپنے اوپر ایک اور عذاب مسلّط کر لیا کہ میں جدھر جاتا ہوں مُلّا بھی ادھر ہی جاتا ہے۔ لوگ مجھے دیکھ کر ڈر رہے ہیں کہ میں نے مردہ مُلّا کو زندہ کر دیا ہے۔‘‘

ایک دفعہ بہادر خان بھوکا تھا۔ اس نے سوچا کہ میں فلاں فلاں پالیز (باغ) میں چلتا ہوں جو قریب ہی ہے، وہاں سے کچھ خربوزے اور تربوز چُرا کر کھاتا ہوں۔ چناں چہ وہ روانہ ہوا لیکن اس نے دیکھا کہ مُلّا بھی آ رہا ہے۔ اس نے کہا: ’’خدا کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دو۔ لوگ تو مجھ سے پہلے ہی بھاگتے ہیں۔ تمھیں دیکھ کر اور بھی خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔‘‘ مُلّا یہ سن کر تھوڑا سا ٹھٹکا لیکن جونہی بہادر خان چلنے لگا مُلّا بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ بہادر خان نے مُلّا کی خوب مرمت کی لیکن اس کے باوجود بہادر خان کے پیچھے لگا رہا۔ بہادر خان نے اسے خوب زدوکوب کیا لیکن مُلّا پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر غصے سے بے تاب ہو کر اس نے مُلّا کو قبرستان میں واپس لا کر اس کھاٹ سے باندھ دیا جس پر مُلّا کی لاش آئی تھی اور کہنے لگا: ’’اب ہلو تو میں تمھیں دیکھوں گا۔‘‘ اس کے بعد وہ روانہ ہوا۔

مُلّا نے جب دیکھا کہ بہادر خان جا رہا ہے تو اس نے زور لگایا اور ایک جھٹکے سے کھاٹ سمیت کھٹ کھٹ، کھٹ کھٹ کرتا ہوا بہادر خان

www.ilmkidunya.com

کے پیچھے چلا۔ بہادر خان نے دیکھا کہ مُلّا بہت تیزی سے اس کے تعاقب میں آ رہا ہے تو اس نے پیچ و تاب کھایا لیکن سخت جان مُلّا پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ بہادر خان ناچار ہو کر کھیت میں گیا جہاں پانی دینے کے لیے ایک بڑا آبی چرخہ نصب تھا، وہاں مُلّا کو کھاٹ سمیت کھڑا کر کے اس نے کہا: ''تم ذرا یہاں ٹھہرو میں کچھ خربوزے اور تربوز توڑ لاؤں، مَیں تمھیں بھی دوں گا اور کچھ میں بھی کھاؤں گا۔'' وہ چلا لیکن مُلّا بھی حرکت میں آ گیا۔

آخر بہادر خان نے مُلّا کو کھاٹ سمیت آبی چرخے سے مضبوط طریقے سے باندھ دیا اور خود لمبے لمبے ڈگ بھرتا تیزی سے پالیز (باغ) میں داخل ہو گیا۔ مُلّا نے بہادر خان کو جاتے دیکھ کر زور مارا اور ایک زبردست جھٹکا دے کر چرخے اور کھاٹ سمیت اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ بہادر خان نے دیکھا تو اس نے کہا: ''خدارا! میرا پیچھا چھوڑ دے۔'' اس کے بعد بہادر خان آگے چلا۔ مُلّا بھی پیچھے پیچھے چلا۔ بہادر خان نے کہا: ''او بھائی! میں بھوکا ہوں، مجھے تنہا چھوڑ دے، میں کچھ خربوزے اور تربوز توڑ لاؤں اور ہم دونوں کھائیں گے، یہیں کھڑا رہ''۔ لیکن وہ آسیب کی طرح اس کے پیچھے رہا۔ بہادر خان جھاڑیوں میں چھپتا ہوا باغ میں پہنچا۔ مُلّا بھی پیچھے پیچھے آیا۔ بہادر خان نے جلدی جلدی کچھ خربوزے توڑے۔ پالیز دان (مالی) نے دیکھا کہ بہادر خان اور مُلّا خربوزے توڑ رہے ہیں تو وہ چیختا ہوا بھاگا اور لوگوں کو بتانے لگا کہ بہادر خان اور مُلّا ہر طرف دندناتے پھر رہے ہیں اور شہریوں اور غریبوں کا مال بزور ہتھیا رہے ہیں۔ لوگ اور بھی خوف زدہ ہو گئے۔

ایک دن بہادر خان نے دور سے دیکھا کہ ایک آدمی بیل پر بیٹھا ہوا روٹی کھاتا آ رہا ہے۔ چناں چہ وہ اس کی طرف چلا اور اس سے کہا: ''بندۂ خدا! مجھے روٹی دو میں بھُوکا ہوں۔'' بیل سوار نے بہادر خان اور مُلّا کو دیکھا تو وہ وحشت زدہ ہو کر بیل سے گرا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ بہادر خان نے روٹی لے لی اور دونوں اسے کھاتے ہوئے واپس قبرستان آ گئے۔

کچھ دن بعد گاؤں کے رئیس کی پوشاک مَیلی ہوئی تو اس نے اپنے دھوبی سے کہا: ''میرے کپڑے ندی پر لے جاؤ اور صاف کرا لاؤ۔'' دھوبی نے کہا: ''حضور! بہادر خان مع مُلّا زندہ ہو گیا ہے اور دونوں چرخے اور کھاٹ سمیت ادھر ادھر دندناتے پھرتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے ندی پر دیکھ لیں اور پکڑ کر مار نہ دیں، اس لیے میں نہیں جاؤں گا۔'' رئیس نے کہا: ''میں تمھاری حفاظت کے لیے تین مسلح سوار بھیج دیتا ہوں۔'' اس پر دھوبی رضامند ہو گیا۔ اس نے کپڑے لیے اور سواروں کی معیت میں اپنے گدھے پر بیٹھ کر ندی پر آیا۔ سواروں نے اپنے گھوڑے رسیوں سے مضبوط باندھ دیے اور دھوبی کی پہرے داری کرتے رہے۔ دریں اثنا، بہادر خان کو پیاس لگی اور وہ ندی کی طرف چلا۔ اس کے پیچھے مُلّا بھی آنے لگا۔ بہادر خان نے کہا: ''اے مُلّا! کیوں ظلم کرتے ہو، خدا سے ڈرو اور یہیں ٹھہرو تا کہ میں پانی پی آؤں، مَیں ابھی تمھارے پاس لوٹ آؤں گا۔'' لیکن مُلّا تو بے دھڑک تھا، اس کے قدم کہاں رُکتے تھے۔ بہادر خان ندی پر آیا اور جھک کر پانی پینے لگا۔ مُلّا بھی وہیں آ دھمکا۔ دھوبی کی نگاہ جو اس پر پڑی تو وہ چلّایا: ''سپاہیو! بہادر خان مع مُلّا آ گیا ہے۔'' سپاہیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہ بے لگام گھوڑوں پر چڑھے۔ دھوبی نے کپڑے وہیں چھوڑ دیے اور گدھے پر بیٹھ کر لٹھ مار مار کر اسے گاؤں کی طرف ہانکنے لگا تا کہ جلد از جلد گاؤں والوں کو خبردار کرے۔ سواروں نے گھوڑوں کو یکے بعد دیگرے چابک مارے۔ انھوں نے گھوڑوں کی گردن کے رسے تو کھول دیے تھے لیکن گھبراہٹ میں ایڑیوں کے رسے کھولنا بھول گئے تھے۔ اس وجہ سے گھوڑے ان رسوں اور میخوں کی وجہ سے دوڑتے دوڑتے گر گئے۔ سپاہی انھیں مار رہے تھے اور اس بھاگڑ میں میخیں اکھڑ اکھڑ کر ان کے سروں پر لگ رہی تھیں۔ حتیٰ کہ ان کے سر، چہرے اور کان لہولہان

www.ilmkidunya.com

ہوگئے۔ اسی طرح ہوتے ہوتے ان میں سے دو مر گئے اور صرف ایک زندہ واپس آیا۔ اس نے رئیس کو اپنی کہانی سنائی اور اپنے زخم دکھائے۔ دھوبی نے توبہ کی کہ وہ پھر کبھی باہر نہ جائے گا۔

بہادر خان نے یہ سب کچھ دیکھا تو وہ سوچنے لگا: ''یا خدایا! میں کیا کروں، ندی میں ڈوب مروں یا پتھروں سے اپنا سر پھوڑ لوں؟ میں اپنے عزیز و اقارب کے لیے بیگانہ ہو گیا ہوں۔ میرے اپنے تُمن (قبیلے) کے لوگ مجھ سے گریزاں ہیں اور یہ مُلّا ایک آسیب کی طرح مجھ سے چمٹا ہوا ہے۔ کاش! میں اس شادی پر نہ گیا ہوتا!'' وہ اسی طرح سوچتے سوچتے قبرستان واپس آ گیا۔ اس کے لیے وقت کاٹنا دوبھر ہو گیا۔ ایک ایک لمحہ ایک ایک پہاڑ بن گیا۔ اس کے دماغ میں رینگتا ہوا ہر خیال اس کی رگوں میں کانٹے کی طرح چبھنے لگا۔ ''آخر اس نے کون سا گناہ کیا تھا جس کی پاداش میں وہ اس مصیبت میں پھنس گیا اور مصیبت جب شروع ہوئی تو اس کی کوئی انتہا ہی نظر نہ آتی تھی۔'' وہ اسی طرح نہ جانے کب تک اور کیا کیا سوچتا رہا۔ آدھی رات کے وقت جادوگر پھر قبرستان میں آیا۔ وہ اسے پکڑنے کے لیے لپکا۔ مُلّا بھی اس کے پیچھے چلا۔

بہادر خان نے کہا: ''او بھائی! ذرا صبر کر'' اور وہ تیز تیز چلتا ہوا جادوگر کے پیچھے پہنچا اور لپک کر اسے پکڑ لیا اور کہنے لگا: ''میں تمھیں ہرگز زندہ نہ چھوڑوں گا اگر تم نے مُلّا کو مجھ سے علیحدہ نہ کیا۔'' جادوگر نے بہت لیت و لعل کیا لیکن بہادر خان ڈٹا رہا اور کہنے لگا: ''اس دفعہ کوئی رعایت نہ ہوگی۔ مُلّا کو فوراً قبر میں واپس کر دو۔ چنانچہ جادوگر نے ملّا کو دوبارہ اس کی قبر میں ڈال دیا اور خود قبرستان سے چلا گیا۔

اب بہادر خان اپنے ان سیالوں (رشتے داروں) کی طرف چلا جن کی شادی میں وہ گیا تھا۔ اس نے ان سے سب کچھ کہا اور درخواست کی: ''میرے گاؤں والے مجھے مردہ سمجھتے ہیں اس لیے میرے ساتھ چلو اور انھیں بتا دو کہ تمھاری شادی میں آیا تھا۔ چناں چہ وہ اسے لے کر بہادر خان کے گاؤں آئے۔ لوگ اسے دیکھنے کے لیے باہر نکلے۔ اس کے رشتہ دار نے رئیس، بہادر خان کی بیوی اور اس کے دوسرے رشتہ داروں کو بلایا اور سمجھایا کہ جسے تم مردہ سمجھتے ہو وہ تو اس کا نوکر تھا۔ بہادر خان تو اس دن شادی میں گیا ہوا تھا۔ وہ سمجھا کر واپس چلا گیا۔ لوگ بہادر خان سے خوش ہو گئے اور وفورِ مسرت سے ناچ ناچ کر پکارنے لگے: ''ہم نے حاصل کر لیا، ہم آزاد ہو گئے، ہم تمھیں سلام کرتے ہیں۔''

(براہوی کی لوک کہانیاں)

مشق

ا۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں:

(الف) بہادر خان اپنے کھیتوں اور فصلوں کی کیسے پرورش اور دیکھ بھال کرتا تھا؟

(ب) شادی کے بعد بہادر خان کے معمولات میں کیا تبدیلی آئی؟

(ج) دیہات کے باشندے بہادر خان کو یہ کیوں کہتے کہ بہادر خان! تو بہت اُونچے ستارے والا ہے۔

(د) بہادر خان کے کھیت کھلیان میں آگ کیوں لگی؟

(ہ) بہادر خان کے زندہ ہونے کا گاؤں والوں کو کیسے علم ہوا؟

۲۔ درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات میں درست جواب کی نشان دہی کریں:

(i) بہادر خان کی خودداری کی وجہ تھی:

(الف) سماجی آزادی (ب) معاشی آزادی (ج) مذہبی آزادی (د) کوئی نہیں

(ii) بہادر خان بارش نہ ہونے کی صورت میں اپنے کھیتوں کو سیراب کرتا تھا:

(الف) بارش سے (ب) سمندر سے (ج) کاریز سے (د) نہر سے

(iii) بہادر خان کی شادی ہوئی:

(الف) سادگی سے (ب) دھوم دھام سے (ج) آسانی سے (د) مشکل سے

(iv) نوکر نے بہادر خان کے کھیتوں میں فصل بوئی:

(الف) باجرے کی (ب) چاول کی (ج) گندم کی (د) گنّے کی

(v) شادی پر جاتے وقت بہادر خان کی جیب میں روپے تھے:

(الف) پچاس روپے (ب) سو روپے (ج) پانچ سو روپے (د) ہزار روپے

۳۔ ''بہادر خان کی سرگزشت'' کا خلاصہ تحریر کریں۔

ضرب المثل:

ضرب المثل عربی زبان کا لفظ ہے۔جس کے معنی مثال دے کر کوئی بات بیان کرنے کے ہیں۔ضرب المثل کو مقولہ یا کہاوت بھی کہتے ہیں۔یہ ایسے مختصر اور جامع جملے ہوتے ہیں۔جو کسی خاص موقع پر تجربے یا مشاہدے کی بنیاد پر معاشرے میں مقبول ہو جاتے ہیں۔ان مثالوں میں گہری حکمت یا زندگی کا کوئی اصول پوشیدہ ہوتا ہے۔

ضرب المثل کی مثالیں:

ضرب المثل	معنی
آنکھ کا اندھا، گانٹھ کا پورا	بے وقوف لیکن مال دار شخص
اونٹ کے منھ میں زیرہ	بہت کم مقدار جو کسی کے لیے ناکافی ہو
فقیر کو کمبل ہی دوشالا ہے	غریب آدمی کو جو مل جائے وہی کافی ہوتا ہے
قہرِ درویش، بر جانِ درویش	فقیر کا غصہ خود فقیر ہی کی جان پر اترتا ہے
پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑاہی میں	ہر طرح سے مزے میں ہونا

www.ilmkidunya.com

۴۔ درج ذیل ضرب الامثال کی تکمیل کریں:

(الف) چور کی داڑھی میں ____　　(ب) خدا گنجے کو ____ نہ دے

(ج) ڈوبتے کو ____ کا سہارا　　(د) رسّی جل گئی مگر ____ نہ گیا

(ہ) سدا ناؤ ____ کی بہتی نہیں　　(و) بھینس کے آگے ____ بجانا

۵۔ درج ذیل پیراگراف کا بامحاورہ اردو ترجمہ کریں:

The accumulative experience of human being is available in the form of knowledge, skills and attitudes. Language and literature are the most important factors which reflect and protect the culture of a society. Undu language emerged from the combination of Persian, Arabic, Turkish, Sanskrit and other local languages. During the last century, English has also contributed to the enrichment of Urdu. Gradually, Urdu is now becoming capable of accomodating ideas, words, feelings, emotions from other Western and Eastern cultures.

www.ilmkidunya.com

سرگرمیاں برائے طلبہ:

☆ انٹرنیٹ کی مدد سے شفیع عقیل کی کتاب "پنجابی لوک داستانیں" میں سے پنجابی لوک کہانی "سورج مکھی کا پھول" کا مطالعہ کریں۔

☆ کسی بھی انگریزی اخبار سے کسی مختصر خبر کا اُردو میں ترجمہ کریں اور جماعت میں پیش کریں۔

برائے اساتذہ کرام:

☆ طلبہ کو براہوی زبان اور بلوچستان کی لوک روایات کے بارے میں مختصر متعارف کرایا جائے۔

☆ لوک کہانی کی خصوصیات واضح کی جائیں۔

☆ کردار نگاری پر روشنی ڈالتے ہوئے سبق کے اہم اور نمایاں کرداروں پر گفت گو کی جائے۔

☆ سبق کے اخلاقی اور سماجی پہلوؤں کے حوالے سے طلبہ کے مابین گفت گو کا موقع دیا جائے۔